

موجودہ حالات — اور مولانا حسین احمد مدنی کے اندیشے

ایک المناک صورتحال نے ملک کا شیرازہ جس بے دردی سے بکھیر دیا ہے۔ اس پر فقہ و احتساب کے ضمن میں پاکستان کے نقطہ آغاز اور تشکیل سے لیکر اب تک کے حالات پر مختلف زاویوں سے گفتگو ہو رہی ہے جن خطوط اور بنیادوں پر ملک کی تقسیم یا تشکیل ہوئی، اسے بھی زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ برصغیر کی تاریخ اپنی حقیقت کی طرف لوٹ رہی ہے، کچھ کنفیڈریشن کی باتیں کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ دینی زبان سے سہی مگر دل کے اندر سے اٹھنے والے ان خیالات کو دباٹے نہیں رہ سکے کہ پاکستان کی موجودہ مشکل میں قیام بالخصوص بنگال اور پنجاب کی تقسیم کی نہایت شد و مد سے مخالفت کرنے میں شاید مسلمانوں کے بعض عظیم رہنما بالخصوص شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم کا نقطہ نظر غلط نہ تھا۔ اس سلسلہ میں اگر سیاسی اور گروہی تصورات سے الگ ہو کر حضرت شیخ الاسلام کے اندیشوں پر ایک نگاہ بازگشت ڈالی جائے تو کیا حرج ہے۔ شاید ان کی نگاہ تلندرانہ کی دور رس کا کچھ احساس تو ہو جائے خواہ اس موقف کی تصویب یا تغلیط کا کام حالات اور واقعات کے ذمہ کیوں نہ لگا دیا جائے مگر حال کے آئینہ میں ماضی کے کچھ نقوش تو سامنے آ رہے ہیں۔ پاکستان کی صورت میں خلافت اسلامیہ اور اسلامی نظام کے قیام کے مقدس اور حسین تصور میں کس کو کہ جن لوگوں نے اپنا سب کچھ اس راہ میں ٹا دیا ہے۔ بیشک ان کی قربانیاں صد ہزار حسین اور بارگاہ ایزدی میں اجر کی مستحق ہیں کہ انما الاعمال بالنیات۔ اگر کسی کی غیبتوں میں کھوٹ تھا۔ تو وبال اور بربادی بھی ان کے نامہ اعمال ہی میں ڈالی جائے گی، مگر اپنے وقت کے ان عظیم و خداریہ اور حقیقت شناس بزرگوں کی فراست مومنانہ اور سلسل و پیہم آلام و مصائب اور شدائد کا تحمل اس بات کی منہ بولتی شہادت رہی کہ وہ مسلمانوں کے بعد خواہ نہ تھے نہ یہ لوگ ضمیر فروش اور خود غرض نہ مسلمانوں کے دشمن، ان کی اخلاص و مصیبت ان کی پاکیزہ زندگی کی طرح تاریخ کے بے رحم ہاتھوں کی دسترس سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

ان کا ناقابل معافی جرم یہی تھا کہ وہ پاکستان میں خلافت اسلامیہ کے بلند بانگ دعوؤں کو ایک فریب اور دھوکہ سمجھ کر تقسیم ہند کو مسلمانوں کے ساتھ کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ اس طرح ان کی ایک تباہ

سے زیادہ آبادی سفاک ہندو کے رحم و کرم پر رہ جائے گی، لاکھوں مسلمان بے گھر اور بے در ہو جائیں گے جنہیں کوئی زمین ٹھکانہ نہیں دے سکے گی۔ ہندوستان میں تعلیمی اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ان کی حالت نہایت پسماندہ اور قابلِ رحم ہو جائے گی۔ اسلام پورے برصغیر سے ایک گوشہ میں سمٹ کر رہ جائے گا جبکہ ان کے خیال میں ان کے پیش کردہ فارمولے سے پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ جانے کی بجائے پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا۔ جس میں شرعی احکام کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ پورے ہندوستان میں ہو سکتا۔ (اعلامِ جمعۃ العلماء لاہور ۱۹۶۶ء کی قرارداد) پاکستان کی مجوزہ سکیم پر ان بزرگوں نے نہایت خلوص سے ہر پہلو پر غور کیا اور اس کے سیاسی، اقتصادی، لسانی، ملکی، قومی، تبلیغی، خارجہ پالیسی، غرض ہر گوشہ پر اپنے تنقیدی خیالات پیش کئے، اور اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور تحفظ و بقا کا ضامن فارمولا پیش کیا۔

ان حضرات نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان کو مختلف ٹکڑوں میں جو ریاست مل جائے گی، وہ خطرناک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ چنانچہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم اور ان صوبوں کی جنگی اہمیت کے حصوں کا بھارت میں چلے جانے اور پنجاب کی تحصیل گورنمنٹ کی وجہ سے کشمیر پر بھارت کے تسلط وغیرہ پر ان حضرات نے سختی سے تنقید کی اور اسے پورے برصغیر کے مسلمانوں کے غیر یقینی مستقبل کا پیش خیمہ قرار دیا۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ اس جغرافیائی اتحاد کو ختم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے گی۔ اس سلسلہ میں لارڈ گنگھو اور لارڈ ویل کے واضح الفاظ ان کے سامنے رہے۔ اور آج سقوطِ ڈھاکہ پر مائنٹ مین کے ————— تاثرات نے ان خیالات کی حرفِ بحرف تائید کی کہ انگریزی سامراج اپنے عیارانہ منصوبوں کے ذریعہ برصغیر کے مسلمانوں سے ایک نہ ختم ہونے والا انتقام لینا چاہتے تھے۔

ان حضرات کے تمام خدشات اور اندیشوں کو غلط ثابت کر دکھانے اور تمام غلطیوں کی تلافی صرف اس صورت میں ہو سکتی تھی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی ہم یہاں اسلام کی مکمل حاکمیت قائم کر دیتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور ہم نے ان تمام بلند بانگ دعوؤں ہی سے انکار کر دیا جو برصغیر کے مسلمانوں میں بے مثال دینی جوش و خروش کا سبب بن کر انہیں خاک و خون کی گھاٹیوں میں اتارنے کا سبب بنے تھے یہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔ جو ۱۹۴۷ء سے لیکر دسمبر ۱۹۷۱ء تک آج تک کے عرصہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ حضرت مدنی اور ان حضرات کے اخلاص اور لامعیت کے لئے یہی

کافی ہے کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد علی وجہ البصرت مخالفت کرنے کے باوجود انہوں نے اپنے خطوط بیانات مکاتیب اور نجی پیغامات کے ذریعہ نہ صرف اسے تسلیم کرنے پر زور دیا بلکہ یہاں رہنے والے تمام متعلقین کو حکم دیا کہ اس اپنی مساعی اس ملک کی حفاظت سالمیت اور یہاں اسلام کے غلبہ پر مرکوز کر دیں۔ اور آج حضرت مدنیؒ سے وابستہ لاکھوں علماء اور مشائخ کی جماعت اور بیشتر معتقدین ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر اپنا تین من و حق اس ملک کی ترقی اور یہاں اسلام کے غلبہ و نفاذ میں لگے ہوئے ہیں۔ مخالف جو بھی کہیں مگر اعلاء کلمۃ الحق منکرات کی مخالفت اور معروضات کی اشاعت میں لایخافون فی اللہ قومہ لائمہ کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع۔

کچھ ہوئے تو یہی زندان بارہ خوار ہوئے

پاکستان جس کی تشریح لا الہ الا اللہ سے کی جاتی تھی کیا شیخ الاسلام جیسے عارف باللہ اور عبد کامل کو اللہ کی حاکمیت گوارا نہ تھی۔ کہ وہ اس شد و مد سے اس کی مخالفت کرتے رہے۔ مگر وہ جس کی مومنانہ فراست ان دعوؤں کی حقیقت دیکھ رہی تھی اس تعجب کو انہوں نے اس طرح دور فرمایا:

”بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت

بظرف خلفائے راشدین قائم کی جائے گی۔ یہ خواب تو نہایت شیریں ہے۔ کاش! ایسا ہو

اگر اس کا ذمہ داران لیگ اطمینان دلا دیں تو ہم اراکین جمعیت سب سے پہلے اس آواز پر لبیک

کہنے کے لئے تیار ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جن کو دین اور مذہب اسلام

اور شعار اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت وہ اسلامی حکومت

قائم کریں اور مذہب کے اصول و ضوابط پر بظرف خلفاء راشدین چلائیں وہ حضرات جن میں اور

دین و مذہب میں وہ تعلق ہو جو اندھیرے کو روشنی سے ہے اور آگ کو پانی سے ہے وہ

دین و مذہب کا ایجاد کریں۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا وہ اقلیت پنجاب اور بنگال

کی (جس کی تباہی میں اسی اقلیت نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ستیہ) جو کہ معمولی اقلیت ہے، یعنی

صرف پانچ یا سات عدد سے وہ ایسا ہونے دے گی۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو کیا مسلم اقلیت

والے صوبوں میں اس کا ایسا رد عمل نہ ہو گا کہ وہاں خالص ہندو راج اور رام راج قائم کیا جائے۔ ان

(خطبہ صدارت اجلاس سہارنپور منہ)

اور جب ایسے اندیشوں کے اظہار کی پاداش میں اپنے دور کے سب سے بڑے ولی اور اللہ

کی مقرب شخصیت کو اس وقت کی ہر گالی و شتم نام ایذا رسانی اور توہین سے مسلم قوم نے نوازا تو ان کے

ایک بیان شمار معاصر مولانا احمد سعید دہلوی مرحوم چلا آئے اور کہا کہ :

پاکستان الیامی ہوگا، جہاں مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ اس قسم کا وحشیانہ سلوک کیا جائیگا اس پاکستان میں علماء حق کو رائے کی آزادی میسر نہ ہوگی۔ اس پاکستان میں کیا آپ نماز روزے اور شعار اسلامیہ کی چہل پہل دیکھ سکیں گے بلکہ وہ پاکستانی قومیت و فخر کی منڈیاں ہوں گی جہاں سب کچھ ہوگا اور نہیں ہوگا تو دین الہی کا تذکرہ کہیں نہیں ہوگا۔ (تقریر سبحان الہند ص ۷)

ایک طرف یہ کہا جا رہا تھا، دوسری طرف اسلام کے مقدس نام پر ان اندیشوں کی تضحیک کی جا رہی تھی۔ کس کا قیاس صحیح نکلا۔ اس کا جواب اپنی قومی زندگی کی چوبیس سالہ تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈیئے، اگر شروع ہی سے اسلامی نظریات، شعار اللہ دینی اقدار اور اسلام کے نظام حکومت و معاش کو پیٹنے دیا گیا ہوتا، تو شاید یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ مگر ہائے رسے معصوم تمنا۔

— یہ تو رٹ پاکستان میں شریعت الہیہ کے اجراء اور نفاذ کا مسئلہ جس انداز میں پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فارمولا بنایا گیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اس میں آنے والے پر خطرات ہجوم کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اسے مسلمانوں کے اس بڑے صغیر میں تباہی کا واشگاف الفاظ میں پیش خیمہ قرار دینے لگے۔ فرمایا :

یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکہ ہو کہ ہم ایسی غلطی کر چکے ہیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کے لئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں کے ساز باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں۔ مگر اس مفروضہ آزادی کے بدلہ میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو یہ بدترین بد قسمتی ہوگی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں، بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی عمود کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی۔ یا نہیں! آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں!

آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو دانی کا اقتضا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لئے باقی اختیارات حاصل کر کے متحدہ ہندوستانی وفاق میں شامل رکھا جائے۔ اور بجائے علیحدہ ہو کر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے۔ بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ "مارنگ نیوز" کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی مہل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جا رہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع البقاء کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور، چاہے وہ کتنے ہی حق پرور کیوں نہ ہوں، زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

مان لیجئے! کہ قیام پاکستان کے لئے اچھے دلائل موجود ہیں۔ مگر یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ کیا آزادی و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزو مندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تسخیر کے ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں! اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے۔ تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے۔ اس دنیا میں یہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے۔ پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے۔ اور بحیثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو مزور آزاد رہنا چاہئے۔ (نئی زندگی، کتاب دوم، ص ۱۹ از مولانا مدنی)

بیرونی حکومتوں سے ساز باز — یا انکی دراز دستیوں کا مقابلہ، غیر ملکی حکومتوں کی غلامی — اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں — روس کی پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں — ملک گیری کے آرزو مندوں کے پاکستان کے کمزور حصوں پر تسخیر کے ارادے اور اس قسم کے دیگر جملوں پر غور کیجئے تو آج کے بدترین سانحہ "سقوط مشرقی پاکستان" کے خطوط پر اس کی تفسیر و تشریح آپ کو مل سکے گی۔

حضرت "اوران کی جماعت کا شائع کردہ لٹریچر آپ کو ایسی باتوں سے بھرا ملے گا۔ ذہن سیاسی آلائشوں سے صاف رکھ کر بھی تو کوئی طالب العلم راضی اور تارتخ پر نگاہ باز رنست ڈال سکتا ہے۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر یہ حضرات ایک دم کیلئے بھی آمادہ نہیں ہو رہے تھے اور اسی لئے

کہ —:

پس پاکستان قائم ہوتے ہی آدھا بنگال اور آدھا پنجاب مسلمان کھودیں گے۔ اب رہا آسام وہ پورا کھودیں گے، سوائے ضلع سلہٹ کے، پس مسلم لیگ کے پاکستان کا یہ کیا نتیجہ ہوگا۔ بنگال میں ایک کونٹری طے کی جس کے پورب ہندو راج، پچیم ہندو راج اور اتر ہندو راج، آسام بالکل اور آدھا پنجاب نکل جائے گا۔ نتیجہ یہ ہے، مسلم لیگ کا پاکستان مسلمانوں کے لئے خود کشی سے کم نہیں ہم بھی ہندو راج میں جا کر تباہ ہوئے اور اکثریت صوبے والے بھی تباہ ہوئے۔ (قومی کارکنوں کے نام ہدایات ص ۷۷)

تقسیم پنجاب اور پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کو حضرت مدنی قسّمہ صبیحی اور نامراد ہوارہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

”جمیۃ العلماء ہند ان تاریک پہلوؤں کی بنا پر کانگریس کی عالیہ تجویز تقسیم پنجاب یعنی تقسیم در تقسیم کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ اور یہ تقسیم برطانوی سامراج کا آخری ہتھیار ہے۔ (خطبہ صدارت اجلاس لکھنؤ ۱۹۴۹ء)

اس وقت ان تاریک پہلوؤں کو ہر حیثیت سے واضح کرتے ہوئے کہا گیا کہ دونوں حصوں کو الگ الگ برقی بحری اور فضائی فوج رکھنا پڑے گی اور مشرقی حصہ خاص طور پر ایک بزمیرہ بن جائیگا۔ فرقہ وارانہ کشیدگی میں مزید تلخی بڑھے گی۔ مجموعی ہندوستان اور وفاقی حصوں میں مسلمان بے بس اقلیت ہو جائیں گے۔ پنجاب اور بنگال دونوں کے اہم حصے کاٹ دینے سے ان کی موجودہ اہمیت ختم ہو جائے گی۔ مالی بحران پیدا ہوگا۔ اور پاکستان اس حالت میں عموماً اور پنجبر علاقوں کا چوکیدار رہ جائے گا۔ اور پھر مشرقی و مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے ملانے والے راستہ کا سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔ (ملخصاً ازنی زندگی خاص نمبر ۱۹۴۶ء ص ۷۷)

اس نازک جزافیائی پوزیشن کی وجہ سے آگے چل کر پاکستان جن داخلی مسائل سے دوچار ہو سکتا تھا۔ اور بعد کے حالات نے اس کی سو فی صد تصدیق کر دی۔ اس سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

”بحیثیت مجموعی مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہمہ گیر اقتصادی پس ماندگی، پانچ میں سے تین صوبوں کا خود مختاری نہ ہونا۔ ۳۹، ۵۰ فیصدی کی منظم اور موثر اقلیت کی مقادمت وغیرہ پاکستان کے وہ داخلی مسائل ہوں گے جن سے حکومت عہدہ برآ نہ ہو سکے گی۔ اور اپنی حالت سمجھا لئے

کے لئے کسی دوسری طاقت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی جس کی وجہ سے اقتصادی زندگی کا توازن بیرونی حکومتوں اور غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ (آج ہم میں سے ہر شخص غیر ملکی قرضوں کے سود میں دبا ہوا ہے۔ سمیٹ) مزید برآں یہ حکومت اپنے وسائل کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے ملک کی دفاعی ذمہ داریوں کو بھی صحیح طور پر پورا نہ کر سکے گی۔ اس لئے ملک کے دفاع کو دولت مشترکہ برطانیہ (سیٹو، ہنڈ، ریڈا، ہیکٹ وغیرہ سمیٹ) کے دفاع سے وابستہ کرنا ہوگا۔ (بعد میں برطانیہ کی جگہ امریکہ نے لے لی۔ سمیٹ) یا اپنے سیاسی مستقبل کی باگ اس کے ہاتھوں میں دینی پڑے گی اور اس طرح نام نہاد سیاسی استقلال روس یا برطانیہ (یا پھر امریکہ اور چین جو سب ملت واحد ہیں۔ سمیٹ) کی سیاسی و اقتصادی غلامی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اپنی کمزوری اور تباہ حالی کی وجہ سے نہ اس کو بین الاقوامی سیاست میں کوئی اہمیت حاصل ہو سکے گی اور نہ یہ حکومت اسلامی ممالک کی کوئی موثر امداد کر سکے گی۔ بلکہ روس اور برطانیہ کی سیاسی راہنہ داریوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی۔ (اور اسی روس اور برطانیہ نے مشرقی پاکستان کے المیہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ عہد قلندر ہرچہ گوید ویدہ گوید۔ سمیٹ) ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعصبات سے برطانیہ کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آئے گا۔ (مکتوبات ج ۲ صفحہ ۵۷)

جبرانی صورت حال کی بناء پر یہی کھٹکا قیام پاکستان کے بعد بھی ان رہنماؤں کو لگا رہا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ذات سے کچھ عرصہ پیشتر اپنی کتاب ”ہماری آزادی“ میں واشنگٹن الفاؤڈ میں آنے والے خطرہ کی نشاندہی کی اور فرمایا :

[illegible]

ایک حقیقت ہے۔ اب دونوں ریاستوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ
دوستانہ تعلقات بڑھائیں اور اشتراک عمل سے کام لیں۔ (ہماری آزادی ص ۴۵۳ و ۴۵۴)

سیدنا مولانا مہدیؒ نے تو ایک کمرتب میں پاکستان کے لئے جذبہ نصیح اور خیر خواہی کے اظہار کے ساتھ ساتھ
یہاں تک اپنے خطرات کا اظہار کیا کہ : کہ موجودہ شکل میں یہ نقشہ ۲۳-۲۴ سال بمشکل قائم رہ سکے گا۔ اور
آہ ! کہ یہی چوبیس سالہ عدد ہماری بریادی اور تباہی کا عنوان یا حرفِ آخر بن گیا ہے۔ کاش ! قیام پاکستان
کے بعد بھی مگر ہم اللہ کے ایسے برگزیدہ بندوں کے اندیشوں کو درخور اعتناء سمجھ لیتے اور اس ملک میں
اپنی تقدیر بنانے کی خلد صانعی سچی کرتے تو ان تمام خدشات اور اندیشوں کی تلافی کر لیتے اور یہ مختصر مگر پرخطر
خطہ نہ صرف اسلام کی سطوت و شوکت کا ایک مثالی ریاست بن جاتا بلکہ اسلام کی بدولت ہم اسے
اغیار اور انشراح کے شر سے محفوظ کر لیتے اور پورے عالم اسلام کی قیادت کا اہل بنا کر اسے اسلام کا حصار
اور عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز بنا لیتے۔ اور اس طرح آج جان لیوا اور جان نثار سرفروشنوں کے ارواحِ طیبہ
کو مزید آسودگی نصیب ہوتی جنہوں نے اسلام کے نام پر اس ملک کے لئے اپنی جانیں اور عصمتیں
بچھا کر دیں۔ یا وہ لوگ جنہوں نے ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریز کے خلاف جہاد مسلسل
کے زرین ابواب اپنے خون سے رقم کئے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے حساس
قلب پر کیا کچھ گزرا ہوگا۔ فرماتے ہیں :

”ہماری سنی حاقی تو آج وہ مشکلات درپیش نہ ہوتیں اس وقت مسلمان جمہوریہ ہند میں ۲۷
فیصد ہوتے جو کہ مقررہ اقلیت ہے مگر آج چار کروڑ ہیں جو ۹ یا ۱۰ فیصد پڑتے ہیں۔
(مکتوبات ج ۲ ص ۲۲۳)

گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں ہوتیں جو تمام داخلی معاملات قانون
سازی، نظام تعلیم، اقتصادی نظام کے قیام معاشرتی اور تمدنی مسائل، پرسنل لاء وغیرہ میں
پوری با اختیار ہوتیں، پورے ہند میں مسلمانوں کے مذہبی ادارے اوقاف، مساجد، مقابر
اور ان کا کلچر اور تہذیب و تمدن وغیرہ محفوظ تھا۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۸۱)

معلوم نہیں ان مسلمانوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی، جو اسی پاکستان کی سر زمین ڈھاکہ میں اس جرم کی
پاداش میں لاکھوں بہاریوں اور غیر بنگالیوں کو خاک و خون میں تر پتا اور ان کی مقدس عصمتوں کو لٹا ہوا
دیکھ کر بھی سہمے بس ہیں۔ ان بہاریوں کو جن کا نعرہ تھا کہ — ہم بہار کے مسلمان پاکستان کے لئے
خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے۔ (ڈان۔ اردو اپریل ۱۹۷۶ء)

اُبڑے اور شکستہ دل آزاد ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں کو تاثرات اور جذبات سے آباد کرالیں۔ نہ ملت کی خیر خواہی کسی کا اعبارہ ہے۔ تاریخ خود بے رحم گھسولٹی ہے۔

بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہو چکا یہ سارے اندیشے پاکستان قائم نہ ہونے کی صورت میں لائق اعتنا تھے۔ اب جبکہ یہ اندیشے ”صدائیں“ بن چکی ہیں تو ہماری نجات اور تمام بربادیوں کی تلافی کی ایک ہی راہ رہ گئی ہے کہ اب اس رہے ہمے ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنادیں۔ اللہ کے نام میں اتنی عظمت اور تاثیر ہے کہ اس کے سہارے سے ایک چھوٹا سا خطہ بھی پوری دنیا سے کفر کو لرزہ بر اندام کر سکتا ہے۔ اس طرح ہم ہندوستان سے عظمت اسلام کا وہی سکہ ایک بار پھر منوا سکتے ہیں، جو تقریباً ہزار سال تک منوا چکے تھے۔ کاش! اسلامیان برصغیر اس سرزمین میں اپنی جان تمنا اور لیلائے امید۔

عروسِ خلافتِ اسلامیہ سے ہمنام ہو چکے ہوتے تو یہ ہماری قربانیاں اس راہ میں بیچ ہوتیں۔ مگر آج تو ”اندیشے“ حقیقت بن کر ہمارا منہ پڑھا رہے ہیں۔ اور

اندیشے بھی جس بات کا اندیشہ جہاں تھا

آنکھوں سے اب اس حال کو میں دیکھ رہا ہوں

”سقوطِ مشرقی پاکستان“ کا یہ راجیہ کبریٰ اگر کسی طالبِ علم کی مجلسِ سناہ اور بے چین طبیعت کو مداوائے زخمِ جگر کی تلاش میں ان قصہ ہائے پارینہ کی طرف سے گئی تو اس جرأت گستاخانہ ”کو قابلِ عفو سمجھ لیا جائے اور یہ اس لئے کہ

بریکاری جنوں کو ہے سہ پہلے کا شعل

جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

گلے شمارہ میں

میری علمی اور مطالعاتی زندگی کے زیرِ عنوان مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع مظلہ کا مقالہ

اور دیگر اہم مضامین

(ادارہ الحق)

ملاحظہ فرمائیں